سکینہؑ یاد آتی ہے

ہوائے شام آتی ہے تو زینبؑ چونک جاتی ہے
سکینہؑ یاد آتی ہے، سکینہؑ یاد آتی ہے

پھوپھی بیمار صغراؑ کو اگر پانی پلاتی ہے، سکینہؑ یاد آتی ہے

علم عباسؑ کا دیکھے تو پلکیں بھیگ جاتی ہیں
علی اکبرؑ کے ہُجرے میں کئی یادیں ستاتی ہیں
کسی بچی کے کانوں میں نظر بالی جو آتی ہے

لحد پہ ماں کی جب دکھڑا سنانے کے لئے جائے
اذیت پتھروں کی اور کبھی زندان یاد آئے
نہ جانے کیوں ہر اِک غم روتے روتے بھول جاتی ہے

بہت یادیں بہت باتیں ابھی سینے میں باقی ہیں
رسن کے داغ دروں کے نشاں سینے میں باقی ہیں
تصور میں علی اصغرؑ کو جب جھولا جھلاتی ہے

وضو کرتے ہوئے پانی کی ٹھنڈک سے لرزتی ہے
فلک پر ابر جب دیکھے تو شہزادی یہ کہتی ہے
مدینے میں یہ بارش کیوں برس کے دل دکھاتی ہے

201 کوئی زنداں کا دَر کھلنے کا قصہ بھی نہ دھرائے
کہیں ایسا نہ ہو غم سے میری دھڑکن ہی رک جائے
رہائی کی گھڑی میں ہند جب چادر اُڑھاتی ہے

کبھی صغراؑ جو سینے سے لپٹ کر سونے لگتی ہے
بہن عباسِ غازیؑ کی تڑپ کے رونے لگتی ہے
کبھی شبیرؑ کا سینہ کبھی غربت رلاتی ہے

کبھی عابدؑ سے چھپتی ہے کبھی اُمِ سکینہؑ سے
پلٹ کر آئی ہے جب سے رہائی پا کے زنداں سے
رہائی پانے والوں سے کہاں نظریں ملاتی ہے

نگاہیں پھیر لیتی ہے اگر باقرؑ نظر آئے
اگر باتوں ہی باتوں میں رسن کا ذکر آ جائے
تو آنکھیں بند کر کے خاک پر وہ بیٹھ جاتی ہے

نہ بھولی ہے نہ بھولے گی کبھی بازار کا منظر
برستے تھے اسیروں کے سروں پر جس گھڑی پتھر
وطن آ کر بھی اِک ننھی لحد خوابوں میں آتی ہے

201 کبھی ریحانؔ اور رضوان جانا قبرِ زینبؑ پر
نظر آئے گا تم کو درد میں ڈوبا یہ اِک منظر
مسلسل قبرِ زینبؑ سے یہی آواز آتی ہے